کوئی تو پھول کھلائے دعا کے لہجے میں!

محمد یاسر حبیب

myasirhabib@hotmail.com

قومیں ہمیشہ سفر کی حالت میں رہتی ہیں قطع نظر اس کے کہ قوم کا یہ سفر عروج کی طرف ہے یا زوال کی طرف، کوئی بھی قوم یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ وہ زوال پذیر ہے، تاہم قومیں جب اپنا تنقیدی جائزہ لینا چاہیں تو وہ اپنے سرکردہ افراد کے انفرادی افعال، اپنے اجتماعی افعال اور ان افعال کے پس منظر میں پنہاں سوچ کا جائزہ لیتی ہیں۔

حالات کسی بھی ملک اور قوم پر آتے رہتے ہیں، ان حالات سے مقابلہ کر کے ہی قومیں فتح یاب ہوتی ہیں، ملک عزیز پاکستان بھی پچھلے کئی سالوں سے اندرونی و بیرونی سازشوں کا شکار ہے، آزمائش و ابتلاء اس قوم کے لیے کوئی نئی نہیں اس سے پہلے بھی اس قوم نے مشکل سے مشکل تر حالات کا سامنا کیا اور سرخرو ہوئی، لیکن ان دنوں ایسے لگتا ہے جیسے اس قوم کو نظر لگ چکی ہے، اس قوم نے حالات کے آگے اپنی ہار تسلیم کر لی ہے، مہنگائی کا مسئلہ ہو یا بجلی کی عدم دستیابی کا، سیاسی بساط کے اوپر کھیلی جانی والی سیاسی جوڑ توڑ کی چالیں ہوں یا اندرونی و بیرونی خلفشار، اب اس قوم کے ماتھے پر شکن نہیں پڑتی یہ قوم اپنے لیڈروں کی وعدہ خلافیوں سے اس درجہ تنگ آ چکی ہے کہ اب اس قوم کو کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ لیڈر کون ہے۔

وہ لیڈر جو کوئی بھی ہو اس کے فیصلے سے ملک کو کتنا نقصان اٹھانا پڑے اس سے قوم کو کوئی سروکار نہیں، کل تک جن کے وارنٹ جاری ہوا کرتے تھے آج وہی قوم کے رہبر بن کے قوم کو پھر نئے سرے سے خواب دکھا رہے ہیں ایسے خواب جن کا حقیقت سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں، لیکن یہ قوم پھر بھی مطمئن ہے، کیونکہ اس قوم کو ایسا لگتا ہے کہ ملکی باگ ڈور کی حیثیت ایک اکھاڑے کی سی ہے، جس دنگل میں لڑی جانی والی لڑائیاں بھی پہلے سے طے شدہ ہوتی ہیں جس میں ہارنے والا بھی اتنا ہی دھنی ہوتا ہے جتنا کہ جیتنے والا، قوم کو ایسا لگتا ہے کہ یہاں کسی لیڈر کا احتساب نہیں ہو سکتا اور اگر احتساب ہوتا بھی ہے تو صرف ان لوگوں کا جو ملکی مفاد کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں یا پھر احتساب ہوتا ہے ان لوگوں کا جن کی متاع حیات وہ عزت ہوتی ہے جو انہوں نے برسوں محنت کر کے کمائی ہوتی ہے۔

اندھیرے اس قدر زیادہ ہیں کہ ان اندھیروں میں امید اور بہتری کی کوئی کرن نظر نہیں آتی، آنے والا ہر دن ملک کو پیچھے کی جانب دھکیل رہا ہے، یاد رکھیے چہرے بدلنے سے تقدیریں نہیں بدلا کرتیں، تقدیریں تب ہی بدلتی ہیں جب پالیسیاں تبدیل ہوتی ہیں، اگر پالیسیاں وہی رہیں تو اس ملک کا مستقبل کبھی نہیں بدل سکتا، خواہ اس ملک میں کسی کی بھی حکومت ہو، ایک آمر کی حکومت ہو یا ایک لبرل آدمی کی۔

اس وقت ہمارا سب سے بڑا قومی المیہ یہ ہے کہ ہم ایک نظریاتی ریاست کے شہری اور ایک نظریاتی قوم ہونے کے باوجود بھی اس نظریاتی تشخص کے احساس و ادراک سے محروم ہیں، جس کی وجہ سے ہمیں یہ ہی نہیں معلوم کہ ہماری پہچان کیا ہے، کون ہمارا مخلص ہے کون ہمارا دشمن ہے، جب جس نے جیسا کہا ہم نے وہ کیا یہ دیکھے بغیر کہ ہمارا قومی مفاد کس میں ہے، اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ آج تک من حیث القوم ہم اس نظریاتی ایقان سے محروم ہیں جو ہماری ایک صحیح سمت متعین کر سکے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد سے لے کر تا حال ہم نے اپنے دامن پر داغ ہی لگائے ہیں، گستاخی کی پیشگی معافی چاہتا ہوں لیکن بقول شاعر:

بُرا نہ مان میرا حرف حرف زہر سہی　　میں کیا کروں کہ یہی ذائقہ میری زبان کا ہے

ایسے کتنے داغ ہیں اس وطن کے سینے پر جن کے گھاؤ کبھی نہیں بھر سکتے، کوئی ایک ہو تو گنا بھی جائے، دنیا کا وہ کون سا ملک ہوگا جس نے اپنے محسن کی توہین کی ہو، وہ کون سا ملک ہوگا جس نے دوسروں کے لیے تھوڑے سے پیسوں کے عوض اپنے سپوتوں کا سودا کیا ہو، دنیا کا وہ کون سا ملک ہوگا جس نے اپنے ہی لوگوں کو بلاتفریق تہہ تیغ کیا ہو، خواہ اس قتل عام میں 9 سالہ وہ معصوم ننھی سی کلی ہو جو گولی کا مطلب بھی نہ جانتی ہو یا پھر 70 سالہ بوڑھی عورت، جس کے بالوں کی سفیدی اور جسم سے بہنے والے خون کی لکیر بھی نوحہ کناں ہو اس بات پر کہ ہمارا نہ سہی کم سے کم اس مسجد و مدرسہ کا احترام کیا گیا ہوتا جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کتابیں بھی دہشت گردی کی پاداش میں ملیامیٹ کردی گئیں، نجانے یہ کیسی جنگ ہے جس میں مرنے والے بھی اتنے ہی ہمدردی کے مستحق ہیں جتنے کے مارنے والے، گولی خواہ جدھر سے بھی چلے خون تو اپنوں کا ہی ہو رہا ہے، آخر یہ سب کس لیے اور ایسا کب تک ہوتا رہے گا......

کوئی تو پھول کھلائے دعا کے لہجے میں　　عجب طرح کی گھٹن ہے ہوا کے لہجے میں

نجانے خلقِ خدا کس عذاب میں ہے　　ہوائیں چیخ پڑیں التجاء کے لہجے میں

مسئلہ یہ ہے کہ یہ سب کس سوچ کے تحت ہو رہا ہے اگر ہم اپنی اجتماعی سوچ کا جائزہ لیں تو ہم پر ہماری سوچ واضح ہو جائے گی، تاریخ کے آئینے میں جھانک کر دیکھئے لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد اقتدار کے حصول کے لیے سیاستدانوں کی کھینچا تانی، فوج کا اقتدار پر قبضہ، مشرقی پاکستان کی علیحدگی، ایک منتخب وزیر اعظم کی پھانسی اور پھر مارشل لاؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اور پھر اسی مارشل لاء کے صحرا سے اگنے والا جمہوری پودا، یہ سب ہمارے اپنے رہنماؤں کی انفرادی افعال ہیں اور من حیث القوم ہم سب اپنے رہنماؤں کے اس انفرادا افعال میں برابر کے شریک ہیں اس لیے کہ ان رہنماؤں نے آج تک جو کچھ کیا یہ سب ہماری اجتماعی سوچ پر عمل تھا، کیوں؟ اس لیے کہ یہ سب ہم ہی میں سے ایک تھے ان کو لانے والے ہم عوام ہی تھے، وہ عوام جنہوں نے اقتدار کے ترسے ہوئے لوگوں کو اپنا رہبر مقرر کیا۔

محترم قارئین! ہمیں اب من حیث القوم ایک سوچ متعین کرنا ہوگی، ایک فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم اپنی تمام غلطیوں کو تسلیم کریں اور ان کا تدارک کریں، خود کو سدھاریں تاکہ ہمارا آنے والا کل ہمارا مستقبل محفوظ ہو سکے، میری یہ انفرادی کوشش آپ سب کے اجتماعی فعل اور سوچ سے جڑی ہوئی ہے، آج میں اس انفرادی سوچ کو بدلنے کی کوشش کر رہا ہوں، اپنے قلم سے اس انفرادی سوچ کے جمود کو توڑنے کی سعی کر رہا ہوں جس جمود کا شکار ہم سب ہیں، میری اس کوشش میں میرے شریک سفر بنیں اور ''صرف اور صرف میرا مفاد باقی سب بھاڑ میں'' اس انفرادی سوچ کو بدل ڈالیں تاکہ ہماری اجتماعی سوچ بدل سکے، جس کی ضرورت ہم سب کو ہے، اس ملک کو ہے، اس لیے کہ ملک ہے تو سب کچھ ہے اگر ملک نہیں تو کچھ بھی نہیں......!!!